سلسلۃ قصص الانبیاء

6

اشتیاق احمد

قصہ سیّدنا اِبراھیم علیہ السلام

اشتیاق احمد

کتاب وسنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاھور
کراچی • لندن • ھیوسٹن • نیو یارک

حسن کے ابو اس عمارت کے سامنے پہنچ کر رک گئے ۔وہ حسن کو ساتھ لے کر یہاں ایک پتھر دیکھنے کے لیے آئے تھے ۔اس پتھر پر عجیب وغریب سے نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ یہ نقش و نگار انسانی ہاتھوں نے نہیں بنائے تھے۔ پتھر اسی حالت میں محکمہ آثارِ قدیمہ کو ملا تھا۔ اس محکمے کے ایک افسران کے دوست تھے اور انھوں ہی نے انھیں پتھر دیکھنے کی دعوت دی تھی۔

''رک کیوں گئے ابو! سیڑھیاں تو اس طرف ہیں۔''

''بھئی! ہم لفٹ سے چلیں گے۔''

حسن نے پہلے کبھی لفٹ کا استعمال نہیں کیا تھا۔ اسے بہت مزہ آیا۔ پھر انھوں نے وہ پتھر دیکھا۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کا خیال تھا کہ یہ پتھر ہزاروں سال پرانا ہے اور اس پر بنے ہوئے نقش ونگار قدرتی ہیں۔ وہ اس کو دیکھ کر حیران ہوتے رہے، آخر واپس لوٹ

آئے ۔گھر آکر حسن نے اپنے بھائی محسن اور بہن رابعہ کو لفٹ اور پتھر کے بارے میں بتایا۔ان کے والدان کی آپس کی باتیں سن کر مسکراتے رہے، پھر اچانک انھیں ایک خیال آیا۔ وہ مسکرا کر بچوں سے مخاطب ہوئے:

’’آج رات میں تمھیں ہزاروں سال پہلے کے ایک پتھر کی کہانی سناؤں گا۔‘‘

حسبِ وعدہ رات کے وقت ان سب نے اپنے ابا جان کو گھیر لیا، وہ پہلے ہی تیار تھے، لہٰذا کہانی اس طرح شروع ہوئی:

’’یہ کہانی آج سے قریباً چار ہزار سال پہلے کی ہے۔ ایک شخص تھا آزر ۔ وہ بت تراش تھا۔ وہ لکڑی اور پتھروں کے بت تراشا کرتا تھا۔ لوگ اس سے بت خرید لیتے تھے۔ اس وقت سب لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے تھے اور بتوں ہی کو اپنا معبود خیال کرتے تھے۔ آزر عراق کے شہر بابل میں رہتا تھا۔ اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام ابراہیم رکھا
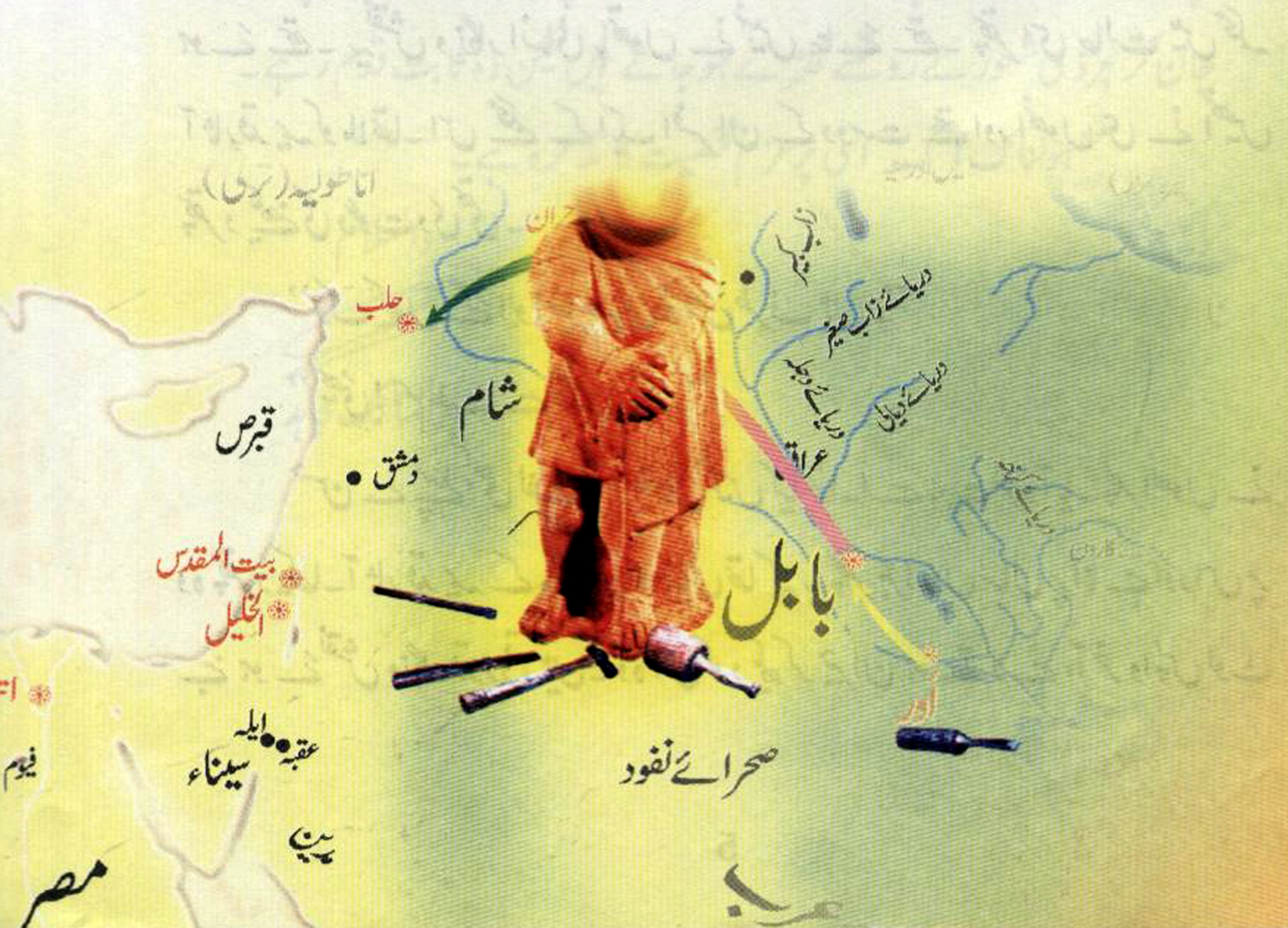
گیا۔ آزر دعا مانگا کرتا تھا کہ اس کے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہوجائے جو بت تراشنے کے کام میں اس کی مدد کرے۔ بیٹے کی پیدائش پر وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے سوچا، اب اس کا بیٹا اس کے کام میں ہاتھ بٹایا کرے گا۔

لیکن ہوا اس کے الٹ، اس بچے کو بچپن ہی سے ان بتوں سے نفرت ہوگئی۔ وہ نیک فطرت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھی سوجھ بوجھ عطا کی تھی۔"

"معاف کیجیے گا ابا جان! کہیں آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کہانی تو نہیں سنا رہے۔" محسن بول اٹھا

"اوہ! تو آپ سمجھ گئے۔ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔"

"لیکن ہمیں یہ کہانی معلوم نہیں جو آپ سنانے چلے ہیں، اس لیے ہم کہانی کو بہت غور سے سنیں گے۔" رابعہ نے فوراً کہا۔

''یہ اور اچھی بات ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بتوں کی خرید وفروخت کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ انھوں نے کبھی بھی بتوں کو سجدہ نہ کیا، وہ اپنی نیک فطرت کی وجہ سے جانتے تھے کہ یہ پتھر ہیں۔ پتھر کسی کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، یہ تو خود انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ انھوں نے شروع ہی سے ایک اللہ کی عبادت کی، اسی کو اپنا معبود جانا، اس کے ساتھ ان بتوں اور ستاروں کو اپنا معبود نہیں مانا۔''

''ستاروں کو، کیا مطلب ابا جان؟'' رابعہ چونکی۔

''اُس زمانے کے لوگ نہ صرف بتوں کو اپنا رب مانتے تھے بلکہ وہ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ ان کے مقابلے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ ایک ہے، وہی پالنے والا، روزی دینے والا، زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے۔

انھیں ان لوگوں پر حیرت تھی جو اپنے ہاتھوں سے بت بناتے تھے اور پھر ان کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ ہمارے معبود ہیں، ہمارے نفع نقصان کے مالک ہیں، کس قدر گمراہی میں مبتلا تھے وہ لوگ۔'' یہ کہتے ہوئے ان کے والد نے سرد آہ بھری۔

''جی بالکل ابا جان۔'' تینوں بچے ایک ساتھ بولے۔

'' پوری زمین کفر سے بھری تھی۔ بس ایک سیدنا ابراہیم علیہ السلام، ان کی بیوی سیدہ سارہ علیہا السلام اور ان کے بھتیجے سیدنا لوط علیہ السلام تھے جو اس شرک سے بچے ہوئے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ تب آپ نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی طرف بلایا، آپ نے ان لوگوں کو بتایا:

'یہ بت تمھاری روزی کے مالک نہیں، تمھیں چاہیے، اللہ تعالیٰ سے روزی طلب

کرو، اسی کی عبادت کرو، اسی کا شکر ادا کرو، تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'

آپ نے اپنے باپ کو بھی توحید کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

'جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا آپ نے ان بتوں کو اپنا اِلٰہ بنا رکھا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ آپ اور آپ کی قوم بڑی واضح گمراہی میں مبتلا ہے۔'

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کر، بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے۔ جب انھوں نے اپنے باپ سے کہا، ابا جان! آپ ان بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہیں جو نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اے ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، آپ میری مانیے، میں سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہنمائی کروں گا۔ ابا جان! آپ شیطان کی عبادت سے باز آجائیں، اس لیے کہ شیطان تو رحیم اور کریم اللہ کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ ابّا جان! میں خوف زدہ ہوں، کہیں آپ پر اللہ کا عذاب نہ آجائے، آپ شیطان کے ساتھی نہ بن جائیں۔‘

آزر نے ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حق بات کو نہ مانا، الٹا وہ ان سے ناراض ہوگیا، ان پر غضب ناک ہوا، بولا:

’کیا تُو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے۔ سُن! اگر تُو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگ سار کر دوں گا۔ جا! ایک لمبی مدت تک مجھ سے دور رہ۔‘

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس سخت بات کے جواب میں اور زیادہ نرم لہجہ اختیار کیا اور فرمایا:

’اچھا تم پر سلام ہو، میں اپنے رب سے آپ کی بخشش کے لیے دعا کرتا رہوں گا۔ میرا رب مجھ پر حد درجے مہربان ہے۔‘ یعنی میری طرف سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

آپ نے اپنے باپ کے لیے دعا کی اور کرتے رہے، لیکن جب آپ نے جان لیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اور اپنا راستہ چھوڑنے پر آمادہ نہیں، تب آپ نے دعا ترک کر دی

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

'اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لیے دعا کرنا صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انھوں نے اس سے کیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگئے۔ واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔'

جب آزر نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی بجائے

بت پرستی پر ڈٹ گیا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے ناامید ہوگئے اور قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی۔ مثالیں دے کر انھیں سمجھانے کی کوشش کی، ہر وہ طریقہ اختیار کیا جو وہ کر سکتے تھے۔ اُن کی قوم کے کچھ لوگ ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور کچھ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ ایک روز سیدنا ابراہیم علیہ السلام ستاروں کی پوجا کرنے والوں کے پاس گئے۔ آپ انھیں بتانا چاہتے تھے کہ یہ ستارے عبادت کے لائق نہیں، اس کے لیے انھوں نے انوکھا طریقہ اختیار کیا، رات سخت اندھیری تھی۔ ستارہ پرست موجود تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک ستارے کی طرف دیکھا، وہ ستارہ زہرہ تھا، انھوں نے فرمایا:

'تو یہ ہے میرا رب۔'

کچھ دیر بعد جب وہ چھپ گیا تو بولے:

'میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'

پھر جب چاند طلوع ہوتا دکھائی دیا تو انھوں نے فرمایا:

'تو یہ ہے میرا رب۔'

کچھ دیر بعد چاند بھی چھپ گیا تو فرمایا:

'اگر میرے رب نے مجھے سیدھی راہ نہ دکھائی تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا۔'

آپ کا مطلب تھا، یہ تو چاند بھی ڈوب گیا، ڈوب جانے والا کیسے رب ہو سکتا ہے، پھر صبح ہوئی تو سورج طلوع ہوا، آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

'یہ بڑا ہے، یہ ہے میرا رب۔'

اور جب سورج بھی غروب ہو گیا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

فلما جن علیه الیل را کوکبا قال هذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین ○ فلما را القمر بازغا قال هذا ربی فلما افل قال لین لم یهدنی ربی لاکونن من القوم الضالین ○ فلما را الشمس بازغة قال هذا ربی هذا اکبر فلما افلت قال یقوم انی بری‌ء مما تشرکون

إنی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین ○

سیدنا
ابراهیم
علیه السلام

'جن کو تم شریک کرتے ہو، میں ان سے بَری ہوں۔'

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو درحقیقت لمحہ بھر بھی اللہ تعالیٰ کے وجود میں شک نہیں ہوا تھا۔ بچپن سے لے کر اب تک انھوں نے کبھی بھی اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کی تھی، لیکن وہ اس طریقے سے ستارہ پرستوں کو ان کی گمراہی سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ اس واقعے کو قرآنِ کریم نے بیان کیا ہے۔

ستارہ پرستوں کے عقائد کو غلط ثابت کرنے کے بعد اور انھیں یہ بتا دینے کے بعد کہ یہ تو خود مخلوق ہیں، معبود تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور انھیں دینِ حق کی طرف بلانے کے بعد آپ اپنی قوم کے بت پرستوں کے پاس گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بتوں کو سجدہ کر رہے تھے۔ ان کے سامنے جھکے ہوئے تھے۔ آپ کا باپ آزر بھی یہی کام کر رہا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام انھیں غور سے دیکھنے لگے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ ان کی گمراہی دیکھ کر آپ حیران ہوئے اور ان کی عقل پر رونا آیا، آپ نے ان سے پوچھا:

'تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'

وہ کہنے لگے:

'ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور برابر اُن کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔'

آپ نے ان کی غلطی کی نشان دہی کرنے کے لیے فرمایا:

'جب تم لوگ ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمھاری آواز کو سنتے ہیں؟ یا تمھیں نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں؟'

قوم نے آپ کی بات سنی، ایک دوسرے کی طرف دیکھا، لیکن کوئی جواب نہ

دے سکے۔ انھیں بخوبی علم تھا کہ یہ پتھر ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں، جب ان کو پکارا جائے تو جواب بھی نہیں دے سکتے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مسلسل ان کی طرف دیکھ رہے تھے، ان کے جواب کا انتظار کررہے تھے، آخر وہ بولے:

'ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے۔'

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ان کی کم عقلی پر بڑا تعجب ہوا، آپ نے ان سے کہا:

'کوئی شک نہیں کہ تم اور تمہارے آباء واجداد واضح طور پر گمراہی میں مبتلا ہیں۔'

ان سے یہ سب باتیں کہہ کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام بت خانے سے نکل آئے۔ باہر نکلتے وقت آپ نے ان سے کہا:

'میں تمہارے جانے کے بعد تمہارے بتوں سے ضرور دو دو ہاتھ کروں گا۔'

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا کام جاری رکھا، لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ بتوں اور ستاروں کی پوجا سے روکتے رہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی طرف اشارہ کرکے ان سے کہا:

'یہ تو میرے دشمن ہیں، لیکن اللہ رب العالمین (وہ میرا دوست ہے) جس نے مجھے

پیدا کیا، وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے نیز وہی مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا۔''

''بہت خوب! سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بات بہت خوب صورت طریقے سے ادا کی۔'' بچے پُرجوش انداز میں بولے۔

''ہاں بچو! لیکن آپ کی کسی بات کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ان کی سالانہ عید کا وقت آ گیا۔ عید کے موقعے پر وہ لوگ شہر سے باہر چند دن گزارتے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سوچا اس موقعے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ جن بتوں کو وہ پکارتے ہیں ان کی بے بسی ان پر ثابت کرنی چاہیے۔ چنانچہ جب سب لوگ جانے لگے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر نے آپ سے بھی چلنے کے لیے کہا، لیکن آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

'میں بیمار ہوں۔'

سب لوگ چلے گئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اکیلے شہر میں رہ گئے۔ ادھر قوم شہر سے نکلی ادھر آپ بت خانے میں داخل ہو گئے، وہاں تمام بتوں کے آگے طرح طرح کے کھانے خوب صورتی سے سجے ہوئے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مذاق کے طور پر بولے:

'کھاتے کیوں نہیں، تمھیں کیا ہوا، تم بولتے کیوں نہیں؟''

بچے یہ جملے سن کر ہنس پڑے۔ ان کے والد بھی مسکرا دیے، پھر بولے:

''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑا ہاتھ میں لے لیا اور اس سے ان بتوں کو توڑنے لگے یہاں تک کہ سوائے سب سے بڑے بت کے، انھوں نے سب کو توڑ پھوڑ دیا، پھر کلہاڑا

بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔قوم کے لوگ عید منا کر واپس ہوئے تو سب سے پہلے اپنے بت خانے میں آئے۔ انھوں نے اپنے تمام معبودوں کے ٹکڑے بکھرے دیکھے تو پکار اٹھے:

'ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟'

ان میں سے کچھ نے کہا:

'ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذِکر کرتے ہوئے سنا تھا، اس کو ابراہیم کہتے ہیں۔'

وہ سب بولے:

'اسے سب لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ وہ گواہ رہیں۔'

چنانچہ کچھ لوگ گئے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو لے آئے، کہنے لگے:

'اے ابراہیم! ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام تم نے کیا ہے؟'

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اسی موقعے کے انتظار میں تھے۔ بھرے مجمعے کو اپنی بات سنانا چاہتے تھے۔آپ نے فرمایا:

'نہیں، بلکہ یہ اُن کے اس بڑے نے کیا ہوگا، اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔'

قوم حیرت زدہ رہ گئی، کافی دیر تک انھیں کوئی جواب بجھائی نہ دیا، سر جھکائے کافی سوچ بچار کے بعد انھوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے بتوں کی بے بسی کا اقرار ان الفاظ میں کیا:

'یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں۔'

اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

'پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو تمھیں نہ کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔ تُف ہے تم پر بھی اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان پر بھی، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔'

اس زبردست جواب کو سن کر ان کی قوم کو چاہیے تھا کہ ایک اللہ پر ایمان لے آتی لیکن ہوا اس کے الٹ۔ ان لوگوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سزا دینے کا فیصلہ کرلیا تاکہ اپنے بے بس معبودوں کا انتقام لے سکیں۔ ان میں سے بعض نے کہا:

'اگر تمھیں کچھ کرنا ہے تو ابراہیم کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔'

وہ ایک دوسرے سے جلانے کے بارے میں مشورے کرنے لگے کہ کیسے جلائیں؟

کچھ نے کہا:

'اس کے لیے ایک عمارت بناؤ، پھر اس کو آگ کے الاؤ میں ڈال دو۔'

اب تو انھوں نے ہر ممکن جگہ سے ایندھن جمع کرنا شروع کر دیا اور ایک مدت تک اکٹھا کرتے رہے۔ اس کے بعد انھوں نے ایک وسیع ہموار جگہ میں وہ تمام ایندھن رکھ کر اسے آگ لگا دی۔ آگ بھڑکی اور اس کے شعلے بلند ہو گئے۔ اس سے اتنی بڑی بڑی چنگاریاں اُڑنے لگیں جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں دیکھی تھیں۔ ان لوگوں نے آپ کو پکڑ کر باندھ دیا اور مشکیں کس دیں۔ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایک منجنیق میں رکھا گیا جو ہیزن نامی ایک آدمی نے بنائی تھی۔

سو بچو! پھر اللہ کے خلیل کو دہکتی آگ میں ڈال دیا گیا۔ اس وقت انھوں نے فرمایا:
'ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔'

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: 'حسبنا اللہ و نعم الوکیل' 'ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔' یہ بات سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت فرمائی تھی جب آپ کو آگ میں پھینکا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لمحات میں آگ کو حکم فرمایا:

'اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا۔'

آگ نے اللہ کے حکم کی اطاعت کی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو قطعاً کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ آگ نے صرف ان رسیوں کو جلایا جن سے آپ کو باندھا گیا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں صحیح سلامت دیکھ کر کفار کا مارے حیرت کے بُرا حال تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اس طرح کفار اللہ کے دوست سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جلا نہ سکے۔ ان کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔" یہاں تک کہہ کر حسن کے والد سانس لینے کے لیے رکے تو حسن فوراً بول اٹھا:

"بھئی واہ! مزہ آگیا، دوستی ہو تو ایسی۔"

"حسن نے بہت خوب صورت بات کہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام واقعی اللہ کے دوست

قلنا ینار کونی بردا وسلٰما علیٰ ابراھیم

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دوستی کی بہت قدر کی اور اللہ کے حکم سے آگ انھیں نہ جلا سکی۔ کفار رسوا ہوئے، اللہ تعالیٰ کا ان کے بارے میں فرمان ہے:

'وہ تو چاہتے تھے کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو دکھ پہنچائیں، لیکن ہم نے انھیں ہی نقصان میں ڈال دیا۔'

دیکھا بچو! اللہ تعالیٰ نے کیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ صرف آگ ہی نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت نہیں کی بلکہ زمین کے جانوروں نے بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آگ بجھانے کی کوشش کی۔ سیدہ سائبہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی تو ان کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا: اُم المومنین! آپ اس نیزے کو کیا کرتی ہیں؟ انھوں نے جواب میں فرمایا: یہ چھپکلیوں کے لیے ہے۔ ہم اس کے ذریعے سے انھیں مارتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو زمین کا ہر جانور آپ کی آگ بجھاتا تھا لیکن چھپکلی آگ میں پھونکیں مارتی تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اسے مار ڈالیں۔

بچو! اس وقت کا بادشاہ نمرود تھا۔ وہ بہت ظالم اور سرکش تھا۔ اللہ کا باغی تھا، وہ خود کو رب کہتا تھا۔ کہتا تھا میں معبود ہوں۔ میری عبادت کرو۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے بھی اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی، اس نے غرور کیا اور سخت انداز میں پیش آیا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اپنے رب کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:

'میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔'

یہ سن کر نمرود نے کہا:

'میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔'

یہ کہہ کر اس نے اپنی بات اس طرح ثابت کی کہ سزائے موت کے دو قیدیوں کو لانے کا حکم دیا، پھر بولا:

'ایک کو میں چھوڑتا ہوں، دوسرے کے قتل کا حکم دیتا ہوں۔ گویا ایک کو میں نے زندہ کر دیا، دوسرے کو مار دیا۔'

یہ اس کا بہت فضول جواب تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تو یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو ایک لوتھڑے سے بناتا ہے اور ہڈیاں اور گوشت چڑھا کر ایک انسان بنا دیتا ہے اور زندہ کرنے کا صحیح مطلب بھی یہی ہے۔

اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

'میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے (اگر تجھ میں طاقت ہے) تو تُو اس کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔'
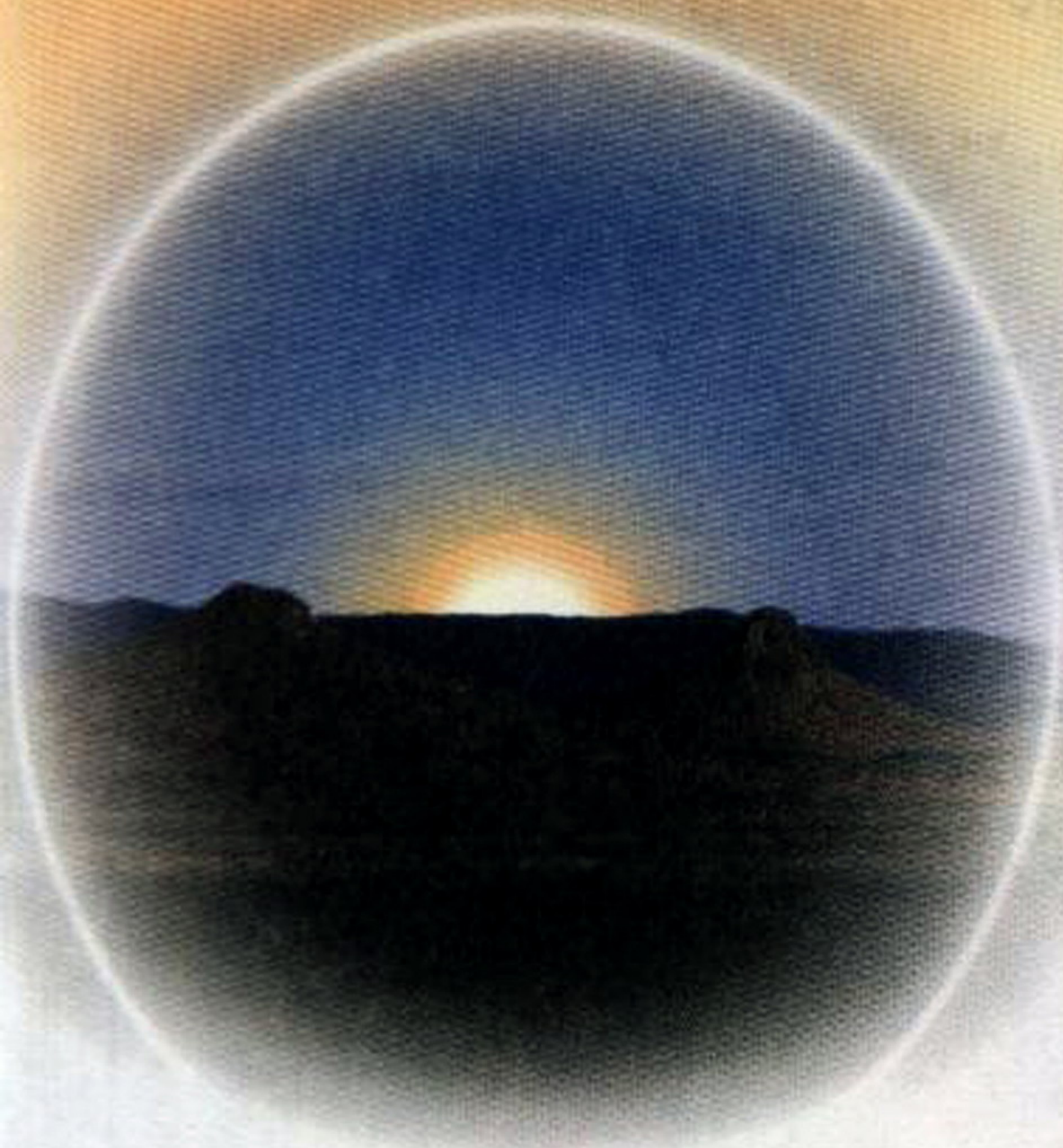
نمرود یہ سن کر ہکابکا رہ گیا، اس کا غرور خاک میں مل گیا۔ اس کا سر جھک گیا، سوچ میں ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی یہ باہمی گفتگو ذکر کی ہے۔ پھر جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے محسوس کرلیا کہ یہ قوم سرکشی سے باز نہیں آئے گی، تب انھوں نے اس قوم کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا اور ان کو مخاطب کر کے کہا:

'میں تو تمھیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انھیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگنے میں محروم نہ رہوں گا۔'

'چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی سیدہ سارہ علیہا السلام اور آپ کے بھتیجے سیدنا لوط علیہ السلام تھے۔ یہ دونوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ سیدہ سارہ علیہا السلام بانجھ تھیں، ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے انھی سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نیک اولاد دی اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ جاری فرمایا۔

اس کے بعد جتنے بھی نبی آئے، وہ سب کے سب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اور جو کتاب بھی بعد میں نازل ہوئی، وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے فرد ہی پر نازل ہوئی۔'' یہاں تک کہہ کر حسن کے ابو خاموش ہو گئے۔

تب بچے چونک کر بولے:
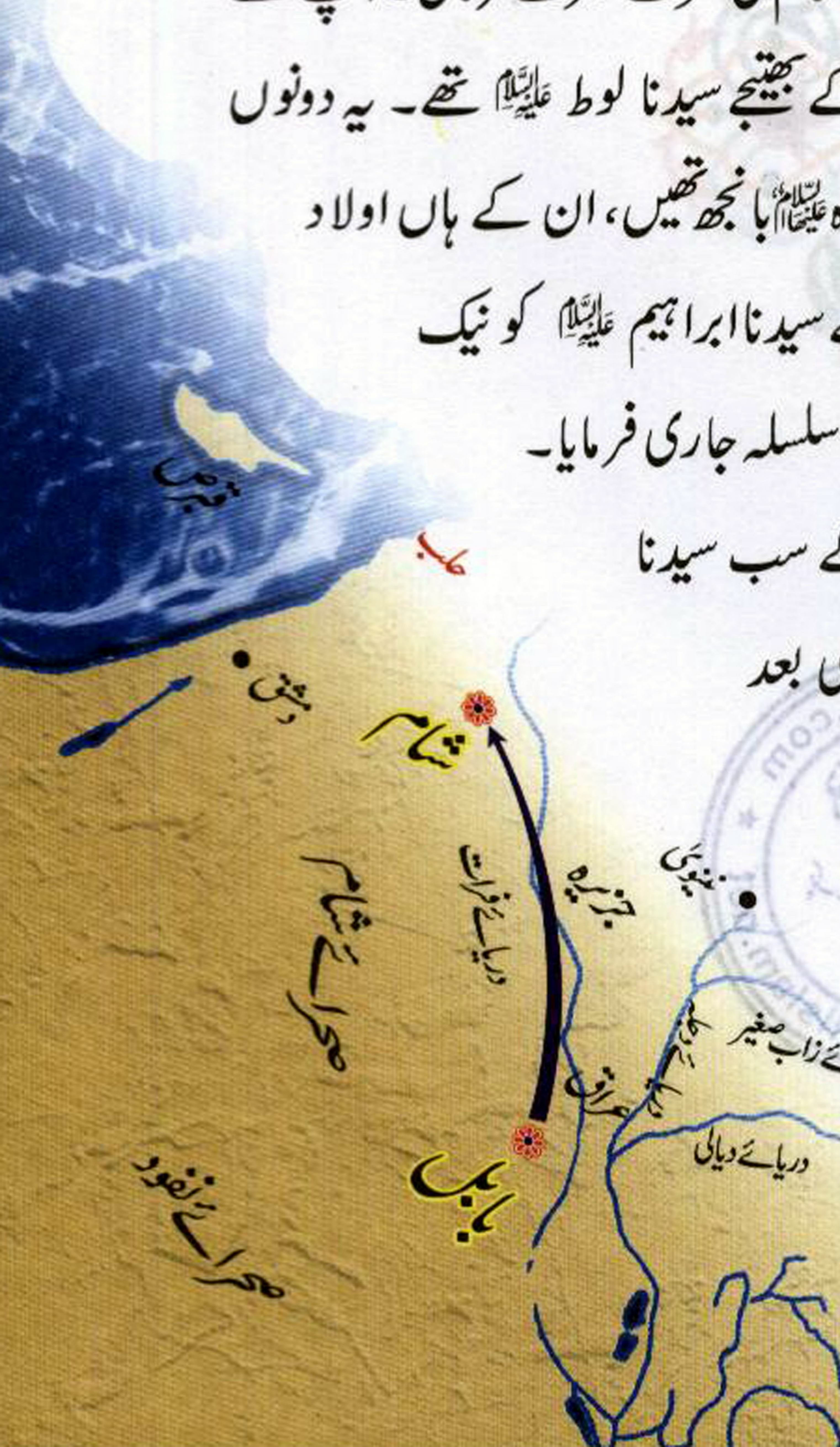
''یہ کیا ابا جان ! آپ نے کہانی ختم کر دی اور اس میں پتھر کا تو ذکر تک نہیں آیا۔''

''بھئی کہانی ابھی باقی ہے نا۔ اس کا باقی حصہ آپ کو میں کل سناؤں گا اور آپ لوگ دیکھیں گے کہ اس میں پتھر کا ذکر آئے گا۔''

یہ کہتے ہوئے حسن کے والد مسکرا دیے، جب کہ بچوں کو دوسری رات تک انتظار کرنا پڑ گیا تھا۔ اس لیے ان کے چہروں پر بے چینی کے آثار پھیل گئے۔
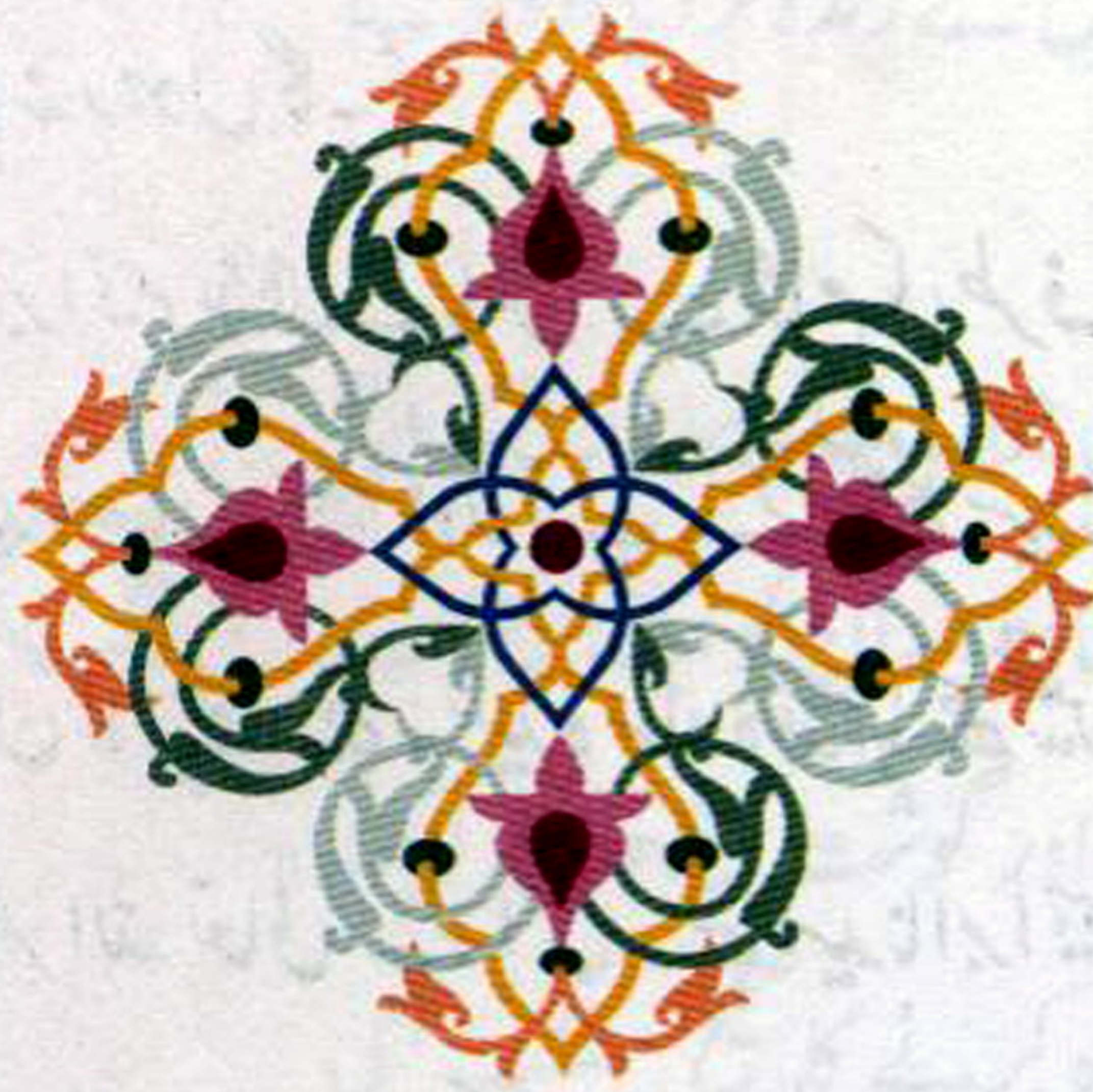
ماحول سے متاثر ہونے والے صاحبِ عزم نہیں ہوتے

اور جو صاحبِ عزم ہوں وہ ماحول سے متاثر نہیں ہوتے

بلکہ ماحول کے لیے ایک ایسا تاثر چھوڑ جاتے ہیں کہ

ان کی پیروی اور نقالی کرنا ہر کوئی اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتا ہے

وہ بھرے مجمعے میں اکیلے تھے۔ سب سہارے ساتھ چھوڑ چکے تھے

سایۂ شفقت بھی دشمنی اور نفرت کا نشان بن گیا تھا

لیکن وہ عزم کر چکے تھے اور عزم کی راہ میں تو پتھر بھی موم ہو جاتا ہے

وہ بُرائی کے سامنے بھلائی کی چٹان بن گئے

ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی

لیکن انھوں نے بھی صبر کی عظیم مثال قائم کی

''ہولناک آگ'' پُرعزم شخصیت کا روشن تذکرہ

جن کی پیروی باعثِ عزت اور

ذریعۂ نجات ہے